AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 2, June 2022, PP: 65-76
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

روایت بالمعنیٰ: مولانا امین احسن اصلاحی کے نقطہ نظر کا مطالعہ

Trādition in Meāning: A Study of Maulana Amin Ahsān Islāhi's Approāch

Hafiz Muhammad Hafeez Tahir[1], **Hafiz Muhammad Imran**[2*]
Assistant Professor
Department of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore, Pakistan

ABSTRACT

Moulānā Amin Ahsān Islāhi, representātive and trānslator of Fārāhi school of thought, has a special thinking on the relātion of the sunnah and Hadith with Qurān. According to him, the whole stock of Hādith depends upon the relātes or sayings of the trānsmitters which cānnot be secured from suspecting. So āhādith require interrogātion and investigātion. For the purpose Moulana Amin Ahsān Islahi selected some specific rules and regulātions for the reseārch and explorātion of the Hadith. In his opinion every Hadith would be observed and investigāted under these rules to decide about its authenticity. In the present discussion that sāid subject is discussed to explore the thought in this particulār subject.

Keywords: Hādith, Narrātion, Trādition, Approaches.

CC BY

تمہید:

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے بعد اسلام کا دوسرا بڑا ماخذ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ احادیث سنت کے معلوم کرنے کا قابل اعتماد ذریعہ ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ آئمہ حدیث کے ہاتھوں احادیث کی حفاظت کا جو منفرد اہتمام ہوا ہے آج تک کسی اور علم وفن کو نصیب نہیں ہوا۔ ملت اسلامیہ کا یہ ایک بے مثل کارنامہ ہے کہ اس کے قابل فخر محدثین نے صدر اول میں پیغمبرِ اسلام کے صحیح اور حقیقی علم کو نہ صرف احادیث کے قابل اعتماد مجموعوں کی شکل میں محفوظ ومامون کیا، بلکہ فن حدیث کے متعلق تمام علوم کے بے لاگ اصول ومبادی بھی قائم کیے، حدیث کے اصول ومبادی کی سب سے بڑی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ راوی اور روایت کے حالات دریافت کیے جائیں تاکہ حدیث کے قبول و رد کا فیصلہ کیا جاسکے۔

تحقیق حدیث میں متن اور نفس مضمون کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن برصغیر پاک وہند میں فراہی مکتب فکر نے محدثین کے بیان کردہ معیارات کی منفرد تشریح کی ہے۔ اس طبقہ کے نمائندہ اور ترجمان مولانا امین احسن اصلاحی (م:1997ء) قرآن اور حدیث وسنت کے باہمی تعلق کے بارے میں ایک مخصوص فکر رکھتے ہیں ان کی نظر میں حدیث کا تمام تر ذخیرہ اخبار احاد پر مشتمل ہے اور اخبار احاد شک وشبہ سے پاک نہیں ہیں۔ اس لیے کتب حدیث میں موجود ہر حدیث قابل تحقیق وتفتیش ہے۔ اسی بنیاد پر اصلاحی صاحب نے حدیث پر تحقیق وتدبر کے اصول وضع کیے ہیں ان کے خیال میں ہر حدیث کو ان اصولوں کی روشنی میں پرکھا جائے جو حدیث ان اصولوں کے مطابق ہو وہ صحیح بصورت دیگر قابل رد ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> حدیث کے طالبعلم کے پیش نظر چند بنیادی رہنما اصول رہنے چاہییں۔ ان سے ہٹ کر اگر اس فن کا مطالعہ کیا جائے گا تو نہ صرف یہ کہ جگہ جگہ الجھنیں پیدا ہوں گی، بلکہ ٹھوکر کھانے اور بھٹکنے کا بھی احتمال ہے۔[1]

منہج تحقیق:

اس تحقیق کا بنیادی منہج تجزیاتی ہے اور زیر تحقیق موضوع سے متعلق بنیادی مصادر سے مطالب اخذ کرنے کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔ ممکنہ حد تک عبارت کو سادہ اور قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ روایت بالمعنیٰ سے متعلق مولانا امین احسن اصلاحی کے نقطہ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔

روایت بالمعنیٰ:

روایت بالمعنیٰ کے بارے میں محدثین واہل فن کی آراء مختلف ہیں۔ امام شوکانی روایت بالمعنیٰ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"إذا أراد رواية ما سمعه على معناه دون لفظه۔"[2]

ترجمہ: روایت بالمعنی یہ ہے کہ راوی روایت کے الفاظ کی بجائے معنی کو اپنے الفاظ میں بیان کردے۔

یعنی جب وہ (راوی) سنی ہوئی بات کے الفاظ کے بجائے معانی کی روایت کرے تو یہ روایت بالمعنٰی ہو گی۔ مولانا اصلاحی کا اس بارے میں نظریہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ کے عدم جواز کی کوئی قابل عمل اور معقول وجہ نہیں ہے اس لیے ان کا یہ ماننا ہے کہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے اس کی وہ چند وجوہ بیان کرتے ہیں۔

1. الفاظ کی وہ پابندی ضروری نہیں ہے جو قرآن کے نقل کرنے کے لیے ضروری تھی۔
2. آپ ﷺ کا حدیث مبارکہ کے لیے کاتبین کا متعین نہ کرنا بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ حدیث کے لیے انہیں الفاظ کا ہونا ضروری نہیں جو زبان نبوت سے جاری ہوئے۔
3. اگر حدیث کے لیے الفاظ کی پابندی کو ضروری قرار دیا جاتا تو حدیث کا یہ ذخیرہ جو آج موجود ہے شاید اس کثرت سے موجود نہ ہوتا اور امت ایک بڑے علمی سرمایہ سے محروم رہ جاتی۔
4. الکفایہ فی علم الروایہ کے حوالے سے چند روایات نقل کرنے سے پہلے مولانا کا یہ کہنا ہے کہ ان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کو روایت بالمعنیٰ کی مشروط اجازت آنجناب ﷺ کی بارگاہ سے حاصل ہے۔[3]

روایت بالمعنیٰ اور اس کے بعض مضمرات:

کسی بھی حدیث میں وہ بنیادی کون سی چیزیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے حدیث قابل احتجاج اور قابل تحقیق بنتی ہے؟ جہاں حدیث کا متن اہم ہے وہیں حدیث کی سند بھی اس معاملے میں اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی احادیث سند اور متن پر مشتمل ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی حدیث کے صدق وکذب کے فیصلے میں اس کی سند اور اس کے متن دونوں کو یکساں اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں کے، علم حدیث کے سلسلے میں، اہم عامل ہونے سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔"[4]

روایت بالمعنیٰ ہونے کی نوعیت:

روایت بالمعنیٰ کی نوعیت کیا ہے؟ اس بارے میں مولانا اصلاحی کا خیال ہے کہ قرآن کے لیے چونکہ یہ ضروری ہے کہ الفاظ کی پابندی کی جائے جب کہ حدیث کے بارے میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے اسی وجہ سے کوئی معقول آدمی روایت بالمعنیٰ کے ذخیرہ حدیث میں موجودگی کا انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"روایت حدیث کا بالمعنی ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کوئی معقول آدمی اعتراض کر سکے احادیث کے لئے قرآن کی طرح الفاظ کی پابندی کے ساتھ روایت کی قید اس کام کو بالکل ناممکن بنا دیتی ہے۔ قرآن وحدیث کے کام کی نوعیت میں بڑا فرق تھا۔ دین میں دونوں کے مقام اور حیثیت میں بھی بڑا فرق ہے۔ قرآن مجید کی روایت کے لئے الفاظ کی قید لازمی ہے۔ اگر یہی پابندی روایت حدیث سے متعلق بھی کر دی جاتی تو یہ ایک ناممکن ہدف ہوتا جو حکمت نبوی ﷺ کے ایک بڑے ذخیرے سے محروم کر دیتا۔[5]

قرآن کی روایت بالمعنیٰ نہ ہونے کی وجہ:

قرآن کریم کی روایت بالمعنی کیوں جائز نہیں رکھی گئی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا اصلاحی فرماتے ہیں:

"اگر قرآن کی تدوین میں (معاذاللہ) کوئی خرابی لازم آجاتی تو دین کی ہر چیز میں خرابی پیدا ہو جاتی۔ اس میں ذرا سی بھی بھول اور چوک تاثریامی، رود دیوار کج، کے مصداق بڑی خطرناک نتائج برآمد کر دیتی۔ اس کے برعکس اگر حدیث میں کوئی نقص رہ جاتا تو اس کو قرآن

مجید اور سنت عملی کی کسوٹی پر پرکھ کر درست کیا جا سکتا تھا۔"[6]

روایت بالمعنیٰ کی شرعی حیثیت:

روایت بالمعنیٰ کی حیثیت پر فقہاء محدثین اور اصولیین کے مختلف اقوال وارد ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے اس شخص کے لیے روایت بالمعنی جائز نہیں ہے جس شخص کو الفاظ اور اسکی تعبیرات اور مدلولات پر اسکی دلالت کی معرفت حاصل نہ ہو تو اس شخص کے لئے ایسا کرنا شرعا درست نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاح (م:1245ء) فرماتے ہیں:

"فإن لم يكن عالما عارفا بالألفاظ ومقاصدها خبيرا بما يحيل معانيها بصيرا بمقادير التفاوت بينها فلا خلاف أنه لا يجوز له ذلك وعليه أن لا يروي ما سمعه إلا على اللفظ الذي سمعه من غير تغيير"[7]

"یعنی اگر وہ الفاظ اور اسکے مقاصد کا علم اور معرفت رکھنے والا نہیں نیز الفاظ کے معنٰی کے تغیر سے آگاہ نہیں اور وہ انکے تفاوت کی مقداروں کا شعور نہیں رکھتا تو اس کے لیے روایت بالمعنٰی بالاتفاق ناجائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ جو کچھ اس نے سنا اسے بغیر کسی تغیر و تبدل کے انہی الفاظ میں روایت کرے کہ جن میں اس نے سنا تھا۔"

علامہ آمدی (م:1233ء) لکھتے ہیں:

"والذی علیہ اتفاق الشافعی ، ومالک ، وابوحنیفہ واحمد بن حنبل الحسن البصری واکثر الائمہ انہ یحرم علی الناقل کان غیر عارف بدلالات الالفاظ واختلاف مواقعها"[8]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جس رائے پر امام شافعی، امام مالک، امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد اور امام حسن بصری اور اکثر ائمہ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اگر ناقل الفاظ کی دلالت اور انکے اختلاف کے مواقع کی معرفت نہیں رکھتا تو اس کے لیے روایت بالمعنٰی حرام ہے "

فلاسفہ کے امام، امام غزالی بھی یہی فرماتے ہیں کہ اگر آدمی الفاظ کی باریکیوں کی معرفت نہیں رکھتا تو اس پر روایت بالمعنٰی حرام ہے۔[9]

کسی روایت کو بالمعنی نقل کرنے میں علمائے امت کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک ناجائز جبکہ بعض کے نزدیک جائز ہے۔[10]

فقہاء اور محدثین کی ایک جماعت نے اسے ناجائز قرار دیا ہے ان میں ابن سیرین اور ابو بکر رازی قابل ذکر ہیں جبکہ جمہور سلف محدثین، فقہاء اور اصولیین نے اسے جائز قرار دیا ہے ان میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں مگر یہ سب راوی کی روایت کے حقیقی الفاظ کے معنٰی پر قطعیتِ علمی کی شرط عائد کرتے ہیں کہ راوی کا الفاظ کے معنی سے باخبر ہونا ضروری ہے۔

قطعیت کے علاوہ جو شرائط قائلین جواز کی طرف سے عائد کی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1۔ روای الفاظ اور انکے مقاصد کا بخوبی علم رکھتا ہو۔

2۔ الفاظ کے معنٰی اور تغیرات سے واقف ہو۔[11]

روایت بالمعنٰی کے جواز و عدم جواز میں ائمہ سلف سے تین طرح کا اختلاف منقول ہے ایک گروہ مطلقا جواز کا قول کرتا ہے جبکہ دوسرا گروہ مطلقا ناجائز ہونے کا قائل ہے جبکہ تیسری اور صائب الرائے جماعت مشروط جواز کی قائل ہے اور یہی رائے سلف و خلف اور جمہور ائمہ دین وملت کی ہے۔

نظریہ اول کے دلائل:

ان محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی مطلقاً جائز ہے اور ان کا مستدل وہ حدیث ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ رحمہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف تدریب الراوی جو کہ شرح ہے تقریب کی اس میں فرماتے ہیں کہ:

"رواه ابن منده في معرفة الصحابة والطبراني في الكبير من حديث عبد الله بن سليمان بن أكتمة الليثي قال قلت يا رسول الله إني أسمع منك الحديث لا أستطيع أن أؤديه كما أسمع منك يزيد حرفا أو ينقص حرفا فقال إذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالا وأصبتم المعنى فلا بأس ...فذكر ذلك للحسن فقال لولا هذا ما حدثنا ۔ -وروى البيهقي عن مكحول قال دخلت أنا وأبو الأزهر على واثلة بن الأسقع فقلنا له يا أبا الأسقع حدثنا بحديث سمعته من رسول الله صلى الله عليه و سلم ليس فيه وهم ولا مزيد ولا نسيان فقال هل قرأ أحد منكم من القرآن شيئا فقلنا نعم وما نحن له بحافظين جدا إنا لنزيد الواو والألف وننقص قال فهذا القرآن مكتوب بين أظهركم لا تألونه حفظا وأنتم تزعمون أنكم تزيدون وتنقصون فكيف بأحاديث سمعناها من رسول الله صلى الله عليه و سلم عسى أن لا نكون سمعناها منه إلا مرة واحدة حسبكم إذا حدثناكم بالحديث على المعنى۔"[12]

"عبداللہ بن سلیمان اکتمہ اللیثی کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے حدیث سنتا ہوں مگر یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ میں اسی طرح ادا کروں کہ جس طرح آپ سے سنتا ہوں اس میں حرف کا اضافہ ہو جاتا ہے یا کمی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں بناتے اور معنی کو ٹھیک سمجھتے ہو تو کوئی حرج نہیں۔" اور جب حسن بصری کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو ہم حدیثیں بیان ہی نہ کر پاتے۔"[13]

قال دخلت انا وابوالاذهر على واثله بن الاسقع فقلنا لہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[14]

"اسی طرح امام بیہقی نے امام مکحول سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور ابو الازہر واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سناؤ کہ جسے آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور کوئی وہم نہ ہوا ہو، نہ الفاظ میں کوئی اضافہ ہو اور نہ ہی خطا ہوئی ہو۔"

اس پر انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم میں سے کسی نے قرآن کا کچھ حفظ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں مگر وہ ہمیں اچھی طرح سے یاد نہیں ہم سے اس میں واؤ یا الف کی کمی بیشی ہو جاتی ہے تو انہوں نے کہا یہ قرآن ہے کہ جو تمہارے پاس لکھی ہوئی صورت میں موجود ہے اور تم اس کے حفظ میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور اس کے باوجود تم سے اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے تو یہ بات احادیث کی روایت میں کیونکر ممکن نہیں کہ جنہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور ممکن ہے ایک ہی بار سنا ہو۔ اور تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم تم تک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مفہوم کی روایت کریں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

"قال حذيفة إنا قومعرب نردد الأحاديث فنقدم ونؤخر"[15]

"جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ ہم عرب لوگ جب باتوں کو دہراتے ہیں تو ہم اس میں تقدیم و تاخیر کر جاتے ہیں"

امام شافعی (م:820ء) امستدل یہی ہے وہ اسی سے استدلال کرتے ہیں:

"واستدل لذلك الشافعي بحديث أنزل القرآن على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه قال وإذا كان الله برأفته بخلقه أنزل كتابه على سبعة أحرف علمنا منه بأن الكتاب قد نزل لتحل لهم قراءته وإن اختلف لفظهم فيه ما لم يكن اختلافهم إحالة معنى كان ما سوى كتاب الله سبحانه أولى أن يجوز فيه اختلاف اللفظ ما لم يحل معناه۔"[16]

"امام شافعی نے حدیث مبارکہ "انزل القرآن علی سبعۃ احرف "سے استدلال کیا ہے کہ اللہ پاک نے مخلوق کے لیے اپنی رحمت سے اپنی کتاب کو سات حرفوں پر نازل کیا تو ہمیں اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کو اس طرح سے اس لیے نازل کیا تا کہ الفاظ کے اختلاف کے باوجود اس کی قرآت جائز ہو بشرطیکہ اس کے معنی تبدیل نہ ہوں تو کتاب اللہ کے سوا دیگر امور میں تو الفاظ کا اختلاف بطریق اولی جائز ہو گا بشرطیکہ معنی تبدیل نہ ہوں۔"

نظریہ دوم کے دلائل:

بعض آئمہ کرام کے نزدیک روایت بالمعنٰی مطلقاً ناجائز ہے روایت بالمعنیٰ کے متعلق علامہ حافظ سخاوی (م:1497ء) فرماتے ہیں:

وقيل :لا تجوز له الرواية بالمعنى مطلقا .قاله طائفة من المحدثين والفقهاء والأصوليين من الشافعية وغيرهم[17]

"اور کہا گیا ہے روایت بالمعنی مطلقاً ناجائز ہے اور یہ کہا ہے محدثین، فقہاء اور اصولیین کہ ایک گروہ نے کہ جو شافعی المسلک ہیں۔"

خطیب بغدادی نے ان تمام آراء کو اکٹھا کیا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی ایک خاص تعداد روایت کے تحت لفظ کو واجب سمجھتے تھے۔

"عن محمد ابن علی قال کان ابن عمرؓ اذا سمع الحديث لم يزد فيه ولم ينقص منه ولم يجاوزه ولم يقصرعنه"[18]

"محمد ابن علی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب کوئی حدیث سنتے تو اس میں اضافہ کرتے اور نہ ہی کمی کرتے، نہ تجاوز کرتے اور نہ ہی کوتاہی کرتے بلکہ الفاظ کا مکمل اہتمام فرماتے تھے۔ اس سے اور اس طرح کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی جائز نہیں ہے یا کم از کم کسی خدشہ میں ڈالنے کا سبب ضرور ہے۔"

نظریہ سوم کے دلائل:

جمہور علماء محدثین اور فقہاء اور اصولیین نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس کے جواز کے ساتھ ساتھ کڑی شرائط بھی رکھی ہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی اپنی کتاب اصول الحدیث و مصطلحات و علوم میں علامہ صحاح کا قول نقل کرتے ہیں:

"فأما إذا كان عالما عارفا بذلك فهذا مما اختلف فيه السلف وأصحاب الحديث وأرباب الفقه والأصول :فجوزها أكثرهم ولم يجوزه بعض المحدثين وطائفة من الفقهاء والأصوليين من الشافعيين وغيرهم ومنعه بعضهم في حديث رسول الله صلى الله عليه و سلم وأجازه في غيره .والأصح : جواز ذلك في الجميع إذا كان عالما بما وصفناه قاطعا بأنه أدى معنى اللفظ الذي بلغه لأن ذلك"[19]

"اگر راوی الفاظ اور انکے مقاصد کا عالم ہو تو اسکی روایت بالمعنی کے بارے میں سلف، اصحاب حدیث اور ارباب فقہ اور اصول کی اکثریت نے جائز قرار دیا ہے جبکہ بعض شافعی المسلک محدثین اور اصولیوں نے اسے ناجائز کہا ہے بعض نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے سلسلہ میں ناجائز اور غیر رسول کی حدیث میں جائز کہا ہے۔"

جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی (م:1997ء) اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصح یعنی زیادہ صحیح رائے یہی ہے کہ روایت بالمعنی ہر قسم کی حدیث میں جائز ہے اگر راوی ایسا عالم ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور اسے یقین ہو کہ اس نے اس لفظ کے معنی کو ادا کر دیا ہے جو اس تک پہنچا تھا۔ کیونکہ یہ وہی صورتحال ہے کہ جس پر صحابہ اور اوائل دور کے سلف

کہ احوال شاہد ہیں ان میں سے اکثر حضرات ایک ہی مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کرتے تھے کیونکہ ان کا اعتماد لفظ کی بجائے اسکے معنی پر ہوتا تھا۔[20]

اسکے علاوہ امام غزالی(م:1111ء)، خاتم المحدثین امام ابن حجر عسقلانی(م:1449ء)، امام ترمذی(م:279ھ) مشہور متکلم امام رازی(م:606ھ)، امام ابن حزم(م:1064ء)، علامہ آمدی(م:1233ء) اور جمہور محدثین وفقہاء اور اصولیین کی یہی رائے ہے۔ اس ضمن میں ان تمام ائمہ نے جو شرائط بیان کی ہیں ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کریں تو وہ شرائط درج ذیل ہوں گی۔

1. ا۔ راوی الفاظ و معنی کے مدلولات اور دقائق کا عالم وعارف ہو
2. مترادف لفظ کی تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ صورتحال مشتبہ نہ ہو
3. حدیث کا تعلق جوامع الکلم سے نہ ہو کیونکہ جوامع الکلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ لہذا اس میں روایت بالمعنی جائز نہیں۔
4. حدیث کا تعلق امور تعبدی سے نہ ہو جیسے تکبیر صلوۃ اور تشھد وغیرہ نیز حدیث میں بیان شدہ کلمات کا تعلق ادعیہ واذکار ماثورومسنونہ سے نہ ہو۔
5. بعض کے نزدیک مفردات میں لفظ کی تبدیلی جائز ہے جبکہ مرکبات میں نہیں۔
6. روایت بالمعنی کی صرف اسے اجازت ہے کہ جسے الفاظ مستحضر ہوں اور وہ ان میں تصرف کی قدرت رکھتا ہو۔
7. امام مالک علیہ رحمہ کے نزدیک حدیث مرفوع کی روایت بالمعنی جائز نہیں جبکہ دیگر کی جائز ہے۔
8. اور اسی طرح بعض محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی کا اختیار فقط صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ وہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دقائق اور وقائع دونوں کے ناظر ومشاہد ہیں۔[21]

حدیث کی اصطلاحی تعریف:

ایسا قول فعل یا تقریر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب منسوب ہو یعنی محدثین کی اصطلاح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

محدثین نے صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال اور تقاریر پر بھی حدیث کا اطلاق کیا ہے۔ روایت نام ہے حدیث کی تحدیث یعنی TRANSMISSION کا۔ دنیاجہان کی ہر زبان اور اس کے قواعد وضوابط میں کسی بھی کلام کو متکلم کی نسبت سے بیان کرنے کے لیے ہر دو طریق بالاتفاق رائج ہیں ایک ہوتا ہے کلام کو تحت اللفظ یعنی بعینہ متکلم کے الفاظ میں نقل کرنا اور دوسرا ہوتا ہے تحت المعنی یعنی کلام کو متکلم کی مراد کے مطابق نقل کرنا ان میں سے پہلے طریق پر تو کوئی کلام نہیں وہ بالاتفاق جائز و درست ہے۔

جبکہ دوسرے طریق پر کچھ اضافی اصول و قواعد ہیں یعنی یہ کے قائل متکلم کے کلام کا ہر پہلو سے احاطہ کیے ہوئے ہو۔ یعنی الفاظ اور اسکے مدلولات پر قائل کو مکمل دسترس ہو نیز اسکے ساتھ ساتھ وہ کلام کے دقائق اور متکلم کے مرادی معنی کے اعتبار سے ماحول و وقائع کا بھی عالم ہو وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اس کا کسی بھی کلام کو تحت اللفظ کی بجائے تحت المعنی بیان کرنا بالکل جائز امر ہو گا اور ویسے بھی یہ منطقی اصول

ہے کہ کلام میں اصل مقصود بالذات معنی ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کا تناسب یعنی کسی بھی کلام کا مقصود اصلی اسکا معنی و مفہوم ہوتا ہے یعنی ہم جب بھی بولنے کے لیے کوئی کلمہ منہ سے نکالتے ہیں تو اس سے اصلاً ہماری مراد ہمارے مخاطبین تک اس معنی کا انتقال ہوتا ہے جو کے ہماری معلومات میں ہو یعنی جو مرادی معنی ہماری دسترس علمی میں ہوتا ہے ہم اسے ہی مختلف الفاظ کی شکل میں چاہے مشترک ہوں یا متحد المعنی مفرد ہوں یا مرکب اپنے مخاطبین تک منتقل کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کلام نفسی میں اصلاً مقصود الفاظ نہیں بلکہ اس کلام نفسی کا مراد و مفہوم معتبر و مقصود بالذات ہوا کرتا ہے سو یہی وجہ ہے روایت حدیث میں بھی اس منطقی اصول کی پیروی کی گئی ہے۔ لہذا مشروط طور روایات کو بالمعنی طریق سے روایت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال اور آپ کے سامنے پیش آئے واقعات کو حدیث کہا جاتا ہے لہذا اگر روایت بالمعنی کی کوئی ضرورت پیش آئے بھی تو وہ فقط اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی حدیثوں میں تو آسکتی ہے مگر آپ کے افعال و احوال کو جب بھی بیان کیا جائے گا تو راوی اسے اپنے ہی الفاظ میں ہی بیان کرے گا۔ اور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کرے گا، مگر یہ کہ جاہل۔

لہذا جب یہ ثابت ہوا کہ علم حدیث کی رو سے روایات کا ایک بڑا ذخیرہ خود محتاج ہے کہ اسے بالمعنی طریق پر بیان کیا جائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و احوال کو بیان کرنے والا ہر راوی اپنے اپنے تجربہ و مشاہدہ کی رو سے ان واقعات کو خود اپنے ہی الفاظ میں نقل کرتا ہے۔ جہاں تک بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تو ان میں بھی جیسا کہ ہم اوپر نقل کر آئے اذکار و ادعیہ، اذان و اقامت تشہد و تسبیحات، احادیث اخلاق، احادیث قدسیہ اور جوامع الکلم کے بارے میں بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کہ سب تحت اللفظ ہی منقول ہیں ان کے علاوہ جو احادیث ہیں انہیں بھی صحابہ کرام تحت اللفظ یاد رکھنے کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ تو اسکے وجوب کے قائل تھے نیز اگر کہیں روایت بالمعنی ناگزیر ہو بھی جائے تو بھی اس کے لیے چند شرائط مذکور ہیں کہ جو اگر پیش نظر ہوں تو حدیث کا مفہوم بدلنا ناممکن ہے۔ یعنی راوی عربی زبان کے اسرار و رموز سے واقف ہو یعنی عربی زبان و ادب نیز اسکے قواعد و ضوابط کے ساتھ ساتھ اسکے محاورہ اور عرف کا بھی عالم ہو نیز شریعت کی غرض و غایت اور مقاصد سے بھی آگاہ ہو نیز وہ ایسی حدیث بالمعنی بیان کرے جو کہ حلال و حرام سے متعلق نہ ہو اور اگر ہو تو مفہوم اس طریق سے ادا کرے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ بنائے۔ لہذا جو راوی ان شرائط پر پورا نہ اترے محدثین کے نزدیک اسکی روایت بالمعنی مطلقاً مقبول نہیں۔

نیز روایت بالمعنی کے سلسلے میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ احادیث نبویہ کے اولین راوی صحابہ کرامؓ ہیں وہ جہاں ایک طرف اعلی درجہ کا حافظہ رکھنے والے تھے وہیں مزاج آشنا رسول اور نزول وحی کے شاہد و محافظ اور اعلی درجہ کی کردار و سیرت کے مالک تھے کہ جن کی نیتوں اور صدق ایمان و اعمال کی گواہی متعدد بار قرآن پاک نے دی ہے لہذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مفہوم میں کسی قسم کے ایک ذرہ برابر بھی تغیر و تبدل کو اپنے لیے محال سمجھتے تھے لہذا اس قسم کے راویوں نے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے تو اس سے یہ خیال کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے اصل معنی میں تغیر واقع ہو گیا ہو گا صحابہ کرام سے تعصب ہے۔

عمومی طور پر منکرین حدیث روایت بالمعنی کو جواز بنا کر احادیث کے اس ذخیرہ کو مشکوک ٹھہرانے کی سازش کرتے ہیں کہ جسکو

محدثین نے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ شب و روز کی انتھک محنتوں بے لوث خدمتوں اور ان گنت کاوشوں کے زریعہ سے ایسا نکھار کر پیش کیا ہے کہ اب باطل کی کوئی چارہ جوئی انکے قائم کردہ اس علمی حصار کو توڑ کر امت مرحومہ کا رشتہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دلنشیں سنتوں سے نہیں بگاڑ سکتی اور نہ ہی مشکوک بنا سکتی ہے۔

روایت بالمعنی کے جواز کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ احادیث میں روایات بالمعنی شامل ہیں سو احادیث کا ذخیرہ قابل احتجاج نہیں اور یوں وہ امت کا رخ حدیث سے موڑ کر براہ راست قرآن کریم کی طرف جوڑتے ہیں اور اپنے خیال میں داعی قرآن بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہی سوال ہم ان سے قرآن کریم کے بارے میں کرتے ہیں کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ قرآن میں قصص سابقہ وانبیاء وامم بکثرت موجود ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں کی زبان ہرگز عربی نہ تھی بلکہ بعض کی عبرانی بعض کی سریانی اور بعض کی دیگر زبانیں اور لہجے تھے تو پھر کیا وجہ ہے قرآن پاک میں ان سب کے قصص فقط عربی زبان میں مذکور ہیں نیز اس پر یہ بھی کہ بعض جگہ ایک ہی واقعہ کو مختصراً بیان کیا گیا ہے اور بعض جگہ اسی واقعہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور قرآن کریم ہی میں ایک ہی واقعہ کو متعدد اسالیب میں بیان کیا گیا ہے اور بیان کے وقت الفاظ اور ترتیب میں نمایاں فرق بھی نظر آتا ہے۔ لہذا جو لوگ روایات بالمعنی کی بنیاد پر حدیث کو مشکوک ٹھہراتے ہیں وہ قرآن کے بارے میں کیا جواب دیں گے؟

روایت بالمعنی کے بارے میں امت کی عمومی رائے کسی ایک جہت کو نہیں ہے بلکہ اس میں تین آراء ہیں اور تینوں آراء مدلل ہیں۔ کسی ایک کو ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق ترجیح دے سکتا ہے اور قابل ملامت نہیں ہے سب سے پہلے طبقہ کی رائے یہ ہے کہ روایت بالمعنی مطلقاناجائز ہے۔ قائلین میں ابن عمر قاسم بن محمد ابن سیرین (م:729ء)، مالک بن انس (م:179ھ)، احمد ابن حنبل (م:855ء) اور یحیٰ ابن معین (م:233ھ)، شامل ہیں۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ روایت بالمعنی مطلقاً جائز ہے۔ اس مسلک کے قائلین میں جابر ابن عبداللہ (م:607ء، حضرت حذیفہؓ (م:656ء)، امام شافعیؒ (م:820ء)، وغیرھم شامل ہیں لیکنزیادہ تر محدثین کے ہاں نہ تو اس کو پسند کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی کتب میں اس پر بحث کی جاتی ہے۔

جبکہ تیسرے طبقہ کے اصولیین کی رائے یہ ہے کہ روایت بالمعنی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

روایت پر تحقیق کا معیار کیا ہے؟ آیا کسی وجہ سے بھی روایت پر تنقید کر کے اس سے عدم اعتماد کیا جا سکتا ہے یا اس کے لئے کچھ لگے بندھے اصول موجود ہیں جو جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مانع بھی ہوں تو محقق اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ متقدمین کے ہاں روایت کو پرکھنے کے لئے سند میں موجود رجال ہی بنیادی کسوٹی ہیں۔ عقل سلیم، قرآنی وضاحت، ذوق سلیم وغیرہ اصطلاحات اگرچہ متقدمین کے ہاں بھی رائج تھیں لیکن وہ ان کو روایت کی وضاحت اور تشریح میں کسیرخ کے تعین میں معاون قرار دیتے تھے۔

جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی اس کے لئے چھ معیارات قائم کرتے ہیں کہ ان پر حدیث کی جانچ پرکھ ہو گی۔ اگر کوئی حدیث ان معیارات پر نہیں اترتی تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اولاً کسی روایت کو اہل ایمان اور اصحاب معرفت کا ذوق قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کو ترک کر دیا جائے گا۔ ثانیاً ایک روایت شاذ بھی ہو اور عمل معروف کے بھی خلاف ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ ثالثاً قرآن مجید

کے کسی بھی پہلو کے خلاف آنے والی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ رابعاً سنت معلومہ کے خلاف آنے والی روایت کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ خامساً ایک عقل کلی کسی فیصلے پر پہنچے لیکن روایت اس کے خلاف ہو تو روایت کو چھوڑ دیا جائے گا۔ سادساً دلیل قطعی کے خلاف آنے والی روایت کو بھی قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا۔[22]

نتائج بحث:

روایت بالمعنی کے بارے امت کی عمومی رائے کسی ایک جہت کو نہیں ہے بلکہ اس میں تین آراء ہیں اور تینوں آراء مدلل ہیں۔ کسی ایک کو ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق ترجیح دے سکتا ہے اور قابل ملامت نہیں ہے۔ روایت بالمعنی سے متعلق نظریات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

1. روایت بالمعنی مطلقاً ناجائز ہے۔ قائلین میں ابن عمرؓ قاسم بن محمدؒ ابن سیرینؒ، مالک بن انسؒ، احمد ابن حنبلؒ اور یحی ابن معینؒ شامل ہیں۔
2. روایت بالمعنی مطلقاً جائز ہے۔ اس مسلک کے قائلین میں جابر ابن عبد اللہؓ، حضرت حذیفہؓ امام شافعیؒ وغیرھم شامل ہیں لیکن زیادہ تر محدثین کے ہاں نہ تو اس کو پسند کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی کتب میں اس پر بحث کی جاتی ہے۔
3. روایت بالمعنی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اور اس کے لئے محدثین نے چند شرائط مقرر کی ہیں، مذکورہ شرائط کے ساتھ روایت بالمعنی کے جواز کے قائلین امام اعظم ابو حنیفہؒ حسن البصریؒ، امام ابن حزمؒ، امام رازیؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ شامل ہیں۔
4. جبکہ مولانا اصلاحی جہاں اس بات کے قائل ہیں کہ روایت بالمعنی جائز ہے وہیں وہ روایت بالمعنی کی بجائے روایت باللفظ کو مستحسن سمجھتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ روایت باللفظ ہی بیان کیا جائے اور امت کے صدر اول کے طبقے نے اگر روایت بالمعنی کی بھی ہے تو وہ اس کی وجہ اور مجبوری بھی بیان کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع

[1] مولانا امین احسن اصلاحی، **مبادی تدبر حدیث**، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2007ء، ص47۔

Molāna*Amin Ahsān Islahi ,**Mubādi Tādubr Hādith,**Fārvn Foundition ,Lāhore,2007, P.47.*

[2] محمد بن علی لشوکانی، **ارشاد الفحول الیٰ تحقیق الحق من علم الاصول**، دار الکتاب العربی 1999، ص156۔

Muhāmmad Bin Ali Al-Shoukāni, ,**Irsh*ād ul Fahool ila Tehqiq mn ilm al Usool*,***Dār ul Kitab alārbi,Beroot,1999,P.156.*

[3] مولانا امین احسن اصلاحی، **مبادی تدبر حدیث**، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2007ء، ص20۔

Mol*āna Amin Ahsān Islahi,**Mubādi Tādubr Hādith,**Fārān Foundition ,Lāhore,2007,P.20.*

[4] مولانا امین احسن اصلاحی، **مبادی تدبر حدیث**، 2007ء، ص98۔

Mol*āna Amin Ahsān Islahi,Mubadi Tadubr Hadith,Fvran Foundition ,Lahore,2007,P.98.*

[5] ایضاً، ص، 101۔

Ibid.

[6] ایضاً، ص، 102۔

Ibid.

[7] ڈاکٹر حمید اللہ، **اصول الحدیث**، مجید بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، ص213۔

Dr.Hāmeed Ullāh , **Usool Ul hādith ,**Mājeed Book depot ,Lāhore ,P.213.

[8] داؤد بن عبد اللہالظاہری، **الإحكام في أصول الأحكام**، دار الافاق، الجدیدہ، بیروت، ج2، ص146۔

Dawood Bin Abdullah Al-Zāhiri ,**Al ahkam fi Usool ul Ahkam** ,Dar ul Afaq, Beroot ,V 2,P.146.

[9] نصیر الدین الطوسی، **المستصفی**، دار الکتب العلمیہ، 1993، ج1 ص168۔

Nasir ul Deen Al-Tousi ,**Almustāsfa,** Dar ul Kutb ul Ilmiām Beroot, 1993.P.168.

[10] شمس الدین الذہبی، **مصطلح الحدیث**، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، 1412ھ، ص213۔

Shāms ul Deen Al-Zāhbi ,**Mustālhulhādith**,Māktāba Islāmiā ,1412 A.H, P.213.

[11] ایضاً، ص217۔

Ibid.

[12] الحاکم النیشاپوری، **المستدرک للحاکم**، دار الفکر، مصر 2007ء، ج3، ص569۔

Alhākim Alneshāpori ,**Almustadraklilhākim,**Dār ul fikr ,Egept ,2007,P.569.

[13] عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی، **التدریب الراوی فی شرح تقریب النوائی**، دار الفکر مصر، ج2، ص92۔

Abdulrehmān Bin abi Bakar Al Sayoti ,**Altadrebulravi** ,Dār ul fikr ,Egept,Vol,2, P. 92.

[14] ایضاً.

Ibid.

[15] ایضاً، ص93۔

Ibid.Pg. 93

[16] محمد ادریس ابن الشافعی، **الرسالہ**، مکتبۃ الجلیلی، مصر، 2003ء، ص274۔

Muhāmmad bin Idres Al Shafi,**Alrisāla** ,Maktaba Al Jālili ,Egept ,2003,P.274.

[17]شمس الدین السخاوی، **فتح المغیث**، دار الفکر، بیروت 2008ء، ج3، ص140۔

Shams ul Deen Al-Sākhavi ,**Fāthulmughees**,Dar ul fikr Beroot,2008,Vol:3,P.140.

[18]خطیبالبغدادی، **الکفایہ فی علم الروایہ**، مکتبہ حسن، اردو بازار، لاہور، ص175۔

Khāteeb Al Bghdādi , ,alkifaya Fi Ilmiriwaya ,Māktāba Hasan ,Lahore,P.175.

[19]ڈاکٹر خالد علوی، **اصول الحدیث و مصطلحات وعلوم**، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 2003ء ص220۔

Dr.KhālidAlvi, **Asool ul Hādth** ,Māktaba Ashrfia ,Lahore ,2003,P.220 .

[20]مولانا امین احسنا صلاحی، **مبادی تدبر حدیث**، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2007ء، ص98۔

*Molāna Amin AhsānIslāhi ,**Mubādi Tādubr Hādith,**Fāran Foundition ,Lāhore,2007,p.98.*

[21]ایضاً،

Ibid.

[22]مولانا امین احسن اصلاحی، **تدبر حدیث**، ادارہ تدبر قرآن و حدیث، لاہور، 2005ء جلد دوم، ص22۔

Molānā*Amin Ahsān Islahi ,**Tādubr Hādith,**Idāra Tādvbur Qurān,w Hadith ,Lāhore,2007, vol.2 P.47.*